© rasailojaraid.com

ادبی تنقید کی معنوی حیثیت

عربی ادب کے حوالہ سے

ڈاکٹر شاہد اسلم قاسمی، شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ادبی تنقید کے بنیادی مباحث! ادبی تنقید دو کلموں سے مرکب ہے۔ ادبی ادب کی طرف منسوب ہے اور ادب کی بہترین تعریف یہ ہے کہ زندگی یا اس کے بعض پہلوؤں کی تعریف حسین عبارت میں پیش کی جائے۔ لفظ تنقید عموماً عیب کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کی حدیث میں یہ لفظ عیب ہی کے معنی میں وارد ہوا ہے کہ!

"ان نقدت الناس نقدوک وان ترکھم ترکوک"۔ یعنی اگر تم لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ تم پر تنقید کریں گے اگر تم ان کو چھوڑ دو گے تو وہ تم کو چھوڑ دیں گے، لیکن یہ لفظ اس سے وسیع معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کسی چیز کی قیمت متعین کرنے اور حسن و قبح کا فیصلہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہ معنی اپنے اصل سے بھی قریب ہے کیونکہ۔ تنقید کا مطلب یہ ہوا کہ کسی ادبی تخلیق کو اس کی خوبیوں اور خامیوں کی معرفت کے لئے پیش کیا جائے۔ صفات کی کھوج کا خاصہ یہ ہے کہ کچھ پہلو اس میں برائی کے بھی نکل آتے ہیں اور اسی بنا پر یہ لفظ برائی کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ تنقید اس مفہوم میں لفظ تقریظ کی ضد ہے "تقریظ" کسی شخص یا شئے کی مدح کو کہتے ہیں۔ یہ قرظ جلد سے ماخوذ ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ببول کے پتوں یا پھل سے چمڑے کو رنگا جائے۔

اس بنا پر بعض نئے لکھنے والے رسالوں میں باب "نقد و تقریظ" قائم کرتے ہیں اور اس سے ان کا مطلب محاسن و مساوی کا ذکر ہوتا ہے۔ ہم اس لفظ کو اتنا ہی ضروری سمجھتے ہیں جتنی خود کائنات ہے۔

تنقید بقول ایک ناقد سانس کی طرح ضروری ہے اس کے ذریعہ ہم اچھے اور برُے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امتیاز کرتے ہیں۔ اصحاب فن کی اصطلاح میں تنقید فنی تخلیق کے اندازہ اس کی صحیح قیمت اور تخمینہ کا نام ہے۔ خواہ وہ فنی تخلیق ادب ہو یا تصویر ہو، نقش و نگار ہو یا موسیقی ہو۔ تنقید کے ذریعہ ادبی تخلیق کی تفسیر بھی پیش کی جاتی ہے اور اس پر اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔ وہ ملکہ جس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے 'ذوق' کہلاتا ہے۔ ذوق کوئی سادہ ملکہ نہیں ہے بلکہ وہ بہت سی اشیاء سے مرکب ہے۔ ان میں سے بعض کا تعلق عقل سے ہے اور بعض کا شعور سے۔ یہ بات پوری طرح آنے والی بحث سے واضح ہو جائے گی۔

ادبی تنقید کا مطالعہ کا مقصد یہ ہے کہ ان اصولوں کی معرفت حاصل کر لی جائے جن سے کسی ادبی تخلیق پر حسن و قبح کے درجات متعین کئے جاتے ہیں اور ان وسائل کو معلوم کر لیا جائے جن سے ہمارے لئے ان ادبی تخلیقات کی صحیح قیمت لگانا ممکن ہو سکے جو ہمارے سامنے پیش کی جائیں۔

علم تنقید کا تعلق دوسرے علوم کے ساتھ بہت گہرا اور قریبی ہے اسکو ہم دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ کئی علوم سے گذر کر ہم علم تنقید تک پہنچ سکتے ہیں۔ فن بلاغت کا علم انتہائی ضروری ہے تاکہ غزل یا کسی نثری قطعہ ادب کی ہیئت پر کلام کیا جائے۔ ناقد کی نظر عروض پر بھی گہری ہونی چاہیئے تنقید کی سرحدیں کہیں کہیں تاریخ سے مل جاتی ہیں اور تاریخی واقعات و حالات جو شاعر یا ادیب کو متاثر کرتے ہیں۔ اور اس کی تخلیقات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان کو سمجھے بغیر تنقید کا حق پوری طرح ادا نہیں ہو سکتا۔ علم الاجتماع کا علم بھی کسی قدر ناقد کے لئے ضروری ہے کیونکہ تاریخی واقعات سے قطع نظر جب تک وہ اس ماحول اور سماج کو نہیں سمجھے گا اور اس کے مزاج و عادات سے واقفیت حاصل نہیں کرے گا وہ صحیح طور سے ادبی تخلیقات کو اندر سے نہیں دیکھ سکتا۔ علاوہ ازیں میں سمجھتا ہوں کہ فلسفۂ اخلاق پر بھی ناقد کی نظر ہونی چاہیئے کیونکہ یہی وہ قدریں ہیں جو اس کے نظریاتی انداز کی تنقید میں نشانِ راہ بنتی ہیں نظریاتی تنقید کا رواج خصوصاً اردو میں بہت بعد میں ہوا ہے۔ گذشتہ دور میں جو ہمارا تنقیدی سرمایہ ہے اس میں زیادہ تر ہیئت اور عروض کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس کی بہترین مثال مولانا عبدالسلام ندوی کی "شعر الہند" میں ملتی ہے۔

سب سے پہلے حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں تنقیدی اور پھر بعد میں انگریزی کے اثر سے اردو میں اصولی اور جدید طرز کی تنقید کا رواج ہونے لگا لیکن پہلے یہ غلو تھا کہ محض عروض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و بلاغت کو پیش نظر رکھ کر تنقید کی جاتی تھی اور اب یہ غلو ہے کہ ہئیت اور عروض کو پس پشت ڈالکر جدید ناقد صرف نظریہ پر بحث کرتے ہیں۔ ناقد کی نظر میں قدروں کا مسئلہ ایک عظیم مسئلہ ہے یہی وہ بنیاد ہے جس پر اس کی ساری تنقید مبنی ہوتی ہے۔ یہی وہ معیار ہوتا ہے جس پر مذکورہ علوم کی روشنی میں وہ ادیب یا شاعر کی فنی تخلیق کو پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس بنا پر ضروری ہے کہ تنقید کرتے وقت قدروں کا مسئلہ اس کے ذہن میں صاف ہو۔ یہ قدریں مادی بھی ہوسکتی ہیں اور اخلاقی بھی۔ یہاں اخلاقی قدروں سے ہمارا مطلب وہ اخلاقی قدریں نہیں جو مادہ پر مبنی ہوں اور جن میں تبدیلی کو ایک جزلاینفک تصور کیا جاتا ہو بلکہ اس سے مراد اخلاق کی وہ روحانی قدریں ہیں جو مذاہب عطا کرتے ہیں۔ ناقد کے لئے اخلاقیات کا علم اس بنا پر ضروری ہے کہ وہ ادب کو تفریح کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے تنقید حیات تصور کرتا ہے اس بنا پر اس کا فرض ہے کہ وہ اس نقطۂ نظر کو اپنی تنقید میں ظاہر کرتے ہیں یہاں اس ساری بحث کا خلاصہ محض یہ ہے کہ ناقد کو بہر حال کچھ بنیادی اقدار کا حامل ہونا چاہیئے۔ یہ اقدار خود اس کی نظر میں مفید اور غیر مضرت رساں ہونی چاہیئے کیونکہ تنقید کا مقصد تخریب نہیں بلکہ تعمیر ہے۔ یہ قدریں نظام حیات سے مستعار ہوتی ہیں۔ یہ غیر مبتدل اخلاق قدریں بھی ہوسکتی ہیں اور مادی بھی۔

ان امور کے علاوہ نقاد کے لئے کچھ چیزیں اور بھی ضروری ہیں۔ ناقد کے لئے سب سے زیادہ ضروری صاحب عقل و شعور ہونا ہے تاکہ وہ بات کی تہ تک پہنچ سکے اسی طرح اسے صاحبِ ذوق بھی ہونا چاہیئے۔

موجودہ دور میں تو ناقد کے لئے دوسرے آداب کا مطالعہ انتہائی ضروری ہوگیا ہے۔ اس سے اس کے ذہنی افق میں وسعت پیدا ہوتی ہے اردو ادب کی جدید تنقید تو تمام کی تمام انگریزی تنقید کی مرہون منت ہے۔

عام خیال ہے کہ تنقید ادبی تخلیق سے کم درجہ کی چیز ہے کیونکہ ادیب جب تک اپنے فنکارانہ قطعہ کو پیش نہ کرے تنقید کا وجود بیکار ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ علمی تنقید اپنے وجود کے لئے ادبی نگارشات کا محتاج ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ تصور صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر بلندی تک پہونچنے کے لئے نیچے کی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں اور ان کی وجہ سے ہی بلندی کی عظمت پر کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حرف نہیں آتا۔ اسی وجہ سے بغیر ادبی ذوق پیدا کئے تنقید ممکن نہیں اور اس طرح یہ بات ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ تنقید کا مرتبہ تخلیق سے بلند ہے۔ کیونکہ کم درجہ کی چیز اپنی حیثیت سے اونچی چیز کے متعلق صحیح اندازہ نہیں کر سکتی۔ تنقید یقیناً ادبی نگارشات سے بلند ہے کیونکہ وہ ان کا جائزہ لیتی ہے اور ان پر حسن یا قبح کا حکم لگاتی ہے۔ اگر اس سلسلے میں ہم بہت نرمی برتیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تنقید ادب کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے کیونکہ تنقید بذات خود ایک ادبی تخلیق بھی ہوتی ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ ادیب خیالی فضاؤں میں منڈلاتا پھرتا ہے اور اپنے کو ہر قید و بند سے آزاد سمجھتا ہے۔ مگر ناقد کچھ اصولوں کو ملحوظ رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اسکی نگارشات میں اعتدال اور بلندی ہوتی ہے یہ قوانین جنہیں وہ تنقید میں ملحوظ رکھتا ہے کچھ فلسفہ سے۔ کچھ نفسیات سے کچھ اخلاقیات سے اور بعض جمالیات سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ چونکہ نقاد ادیبوں اور شاعروں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتا ہے اس لئے وہ اس سے ناخوش رہتے ہیں۔ اس بارے میں یہ رائے درست نہیں کہ نقاد اور ادیب ہمیشہ برسر پیکار رہتے ہیں بلکہ اس کے برعکس خود ادیب اور شاعر آپس میں زیادہ جدل وجدال کرتے رہتے ہیں۔ انیس اور دبیر کے گروہ انیسیے اور دبیریے اس کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کے برعکس ناقد ان مختلف فیہ مسائل میں صحیح رائے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس سلسلے میں کبھی کبھی ذاتی رجحانات ناقد کو راہ سے بے راہ کر دیتے ہیں۔ شاعر ہونے کے علاوہ ناقد بھی اپھے خاصے ہیں مگر فراق پر جب وہ نقد کرتے ہیں تو اس میں اکثر غلو سے کام لیتے ہیں کیونکہ دونوں کے درمیان ذاتی اختلافات ہیں مولانا محمد حسین آزاد جب ذوق کا ذکر کرتے ہیں تو ذاتی عقیدت کی بنا پر مبالغہ کر کے ان کو غالب جیسے شاعر سے آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔

تنقید کے مسئلہ میں ایک اہم مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب ادیب یا شاعر زندہ ہو اور اگر کہیں ناقد کے اس سے ذاتی تعلقات ہوں تو یہ مشکل اور بھی زیادہ سنگین شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض کم درجہ کے شاعر بعض مشہور ناقدوں سے اپنے بارے میں اچھی اور تعریف آمیز عبارت حاصل کر کے اپنے دیوان کے ساتھ یا دیوان کے اشتہار کے ساتھ شائع کر دیتے ہیں اس امر میں بھی نقاد کے تعلقات یا اس کی مروت جھلکتی ہے۔ علاوہ ازیں بہت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے سماجی، سیاسی، معاشی اور دوسرے قسم کے دباؤ بھی ایسے ہوتے ہیں جو ناقد کو اس کی صحیح رائے کے اظہار سے باز رکھتے ہیں۔

ناقد کے بارے میں، یہ تصور عام ہے کہ وہ عموماً اچھا ادیب نہیں ہوگا لیکن کم از کم اردو میں یہ تصور پوری طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اردو کے پہلے ناقد مولانا حالیؔ خود بلند پایہ شاعر وادیب تھے، مولانا شبلیؔ تنقید وادب دونوں میں کمال رکھتے تھے۔ جدید تنقید نگاروں میں البتہ یہ کیفیت باقی نہیں رہی لیکن پھر بھی بہت سے اچھے ناقد بہت عمدہ ادیب یا شاعر بھی ہیں جیسے فراقؔ گورکھپوری تنقید اور فلسفہ میں بہت گہرا تعلق ہے، اس تعلق پر مشہور فلسفی کانٹ کی آرار کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ ابتدار میں تنقید بغیر کسی دلیل کے ہوتی تھی لیکن بعد میں علم اجتماع اور علم نفسانیات کی وجہ سے علم تنقید آگے بڑھ گیا۔ مثال کے طور پر علمائے نفسانیات یہ بحثیں کرتے ہیں کہ ادیب کی طبیعت کیسی واقع ہوئی ہے۔ اس کا شوق و ذوق کیسا ہے؟ اس کے خیالات اپنی ذات کے متعلق کیا ہیں؟ وہ اپنی خوبیوں پر نازاں ہے یا نہیں، دوسروں کی خوبیوں کا اس پر کس انداز سے اثر ہوتا ہے۔ اس طرح علمائے اجتماعیات کی یہ بحثیں علم تنقید کے حق میں بڑی مفید ثابت ہوتی ہیں کہ ادیب کا مقصد سماج کی اصلاح ہے یا نہیں؟ ادیب پر کچھ اخلاقی قیود ہونی چاہیئے یا اسے آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس کا مقصد فن برائے فن ہے۔ یا فن برائے زندگی یعنی فن کا مقصد خود فن کی خدمت ہے یا فن کا مقصد نظریات اور مقاصد کی خدمت؟ موجودہ دور میں نظریات اور مقاصد کی خدمت میں فن کا عظیم مقصد سمجھا جاتا ہے مگر یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ علم اجتماعیات کی ان بحثوں سے تنقید کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔

تنقید دوسرے تمام علوم کی طرح ایک علم ہے جو کچھ خاص صلاحیت اور ملکہ چاہتا ہے، یہ ملکہ مشق اور تربیت سے پیدا ہوتا ہے۔ ناقد بننے کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ بکثرت اشعار یاد کئے جائیں اور پھر کوشش کی جائے ان اشعار کی عمدہ ترکیبوں، نازک تشبیہوں اور پُر اثر جملوں کو نثر میں ڈھال دیا جائے اور پھر دوبارہ یہی عمل کیا جائے۔ پھر اس کے بعد لکھتے وقت ان اشعار کو بھلا دیتے اور خود سے لکھنے کی کوشش کی جائے اس طرح سے وہ اشعار کو تو بھول جائیں گے مگر ان کے عمدہ خط ذہن میں محفوظ رہ جائیں گے۔ جو کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔ نقا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے ادب کا بکثرت مطالعہ انتہائی ضروری ہے اور اکثر ارباب فکر و نظر اس کی تائید کرتے ہیں کہ تاریخی حالات کی ترتیب کے ساتھ ادبار و شعرار کا مطالعہ لازم ہے کیونکہ اس ماحول اور سوسائٹی کو سمجھے بغیر جس میں ادیب یا شاعر نے اپنا فن پیش کیا ہے۔ دراصل اس کے فن کو پوری طرح واضح نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً اگر میرؔ پر تنقید کرنے والے کو ان کے بچپن کے واقعات اور پھر بعد کے حادثات معلوم نہ ہوں اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ میرؔ اپنے ماموں کے یہاں کس بے کسی کے ساتھ رہے، پھر ذکر میرؔ کے تاریخی حادثات کس طرح انکو پریشان کرتے رہے اور دلی جو انہیں بہت پسند تھی انکو خیرباد کہکر کس طرح لکھنؤ پہونچے۔ یہ اور اس قسم کی دوسری باتیں معلوم ہوئے بغیر میرؔ کو سمجھا نہیں جا سکتا۔

مؤمنؔ کے دَور کے حالات اگر کسی کو یاد نہ ہوں اور نہ اسے خود مؤمنؔ کے ذاتی حالات کا علم ہو تو وہ شاعر کے ذہن کے آس پاس بھی نہیں پہونچ سکتا۔ اسے ایک طرف مؤمن کے مذہبی خیالات، جہادیہ اشعار اور دوسری طرف سخت عاشقانہ اشعار چکر میں ڈال دیں گے اور وہ صحیح صورت حال سمجھنے سے قاصر رہ جائے گا۔ یہی حال مختلف دور کی ادبی کتابوں کا بھی ہے ان کو سمجھنے کے لئے بھی ماحول اور تاریخ کا سہارا لئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

تنقید کا مقصد

تنقید کا مقصد یہ ہے کہ وہ کسی ادبی تخلیق میں ان عناصر کو نمایاں کر کے پیش کرے جو ادب کی جان ہوتے ہیں اور جن کو سمو لینے کے بعد ہی کوئی ادبی تخلیق اعلیٰ ادب میں شمار کی جاسکتی ہے اور ادب کا اعلیٰ نمونہ بن سکتی ہے اور ایسا پیمانہ کہ جس پر ادبی تخلیقات کو ناپا جا سکے لیکن کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک ایسے علم کی بنیاد رکھی جائے جو مذکورہ مقاصد کو پورا کرتا ہو۔ کیا کچھ ایسے متعین اصول بتائے جا سکتے ہیں جن سے مطلوبہ صفات کو ناپا جا سکے۔ تنقید ادب کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کسی ادبی تخلیق کو ذوق کے کانٹے پر تول کر اس کے حسن یا قبح کا فیصلہ صادر کر دیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تنقیدی نقطۂ نظر سے ادّعائے محض ہے۔ بلا کسی دلیل کے محض ذوق کو پیمانہ بنا کر کوئی صحیح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس قسم کا کوئی فیصلہ تنقید کی دنیا میں کسی اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔ یہ امر خاص طور سے قابلِ غور ہے کہ تنقید کے اصول وضع کرنے میں فنکار کا اتنا لحاظ نہیں کیا گیا ہے جتنا اس حکم پر کیا گیا ہے جو کسی فنّی تخلیق پر عائد کیا جاتا ہے۔ اصول تنقید کا مقصد یہ کبھی نہیں ہوتا کہ شاعر کو شعر کہنا سکھایا جائے یا ادیب کو لکھنے کا طریقہ بتایا جائے بلکہ ان اصول کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ناقد میں وہ سلیقہ پیدا کر دے جو ادبی تخلیقات پر حکم لگانے کی راہ بتاتے ہیں کہ انکو کس طرح جانچا جائے کہ یہ اصول فن سے مستنبط ہیں نہ کہ فن ان سے۔ ان ساری بحث کا مقصد یہ نہیں کہ ناقد کے اپنے خاص ذوق کو لغو قرار دیکر صرف تنقیدی اصولوں ہی کا اسکو پابند بنا دیا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نقاد کی جانچ میں خود اس کے ذوق کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن اس کے باوجود یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ یہ تنقیدی اصول نقاد کے ذوق کو صحیح راہ دکھانے میں معاون ہوتے ہیں۔ اسمیں اعتدال کی کیفیت پیدا کرتے ہیں تنقید دراصل فکر و نظر کی اشاعت کا ذریعہ ہے۔ (ختم شد)

ماخذ و مصادر

۱۔ نقد النثر: اسحاق بن ابراھیم۔ دار الکتاب، مصر
نقد الشعر: ابن قدامہ " " "

۲۔ فی الادب والنقد: الدکتور مندور، مصر۔

۳۔ النقد الادبی: الدکتور محمد امین، قاھرہ مصر۔

۴۔ الادب المعاصر فی مصر: الدکتور شوقی ضیف۔ طبع دوم دار المعارف مصر سنہ ۱۹۶۱ء

۵۔ تطور الشعر العربی المھجری: احسان عباس و محمد یوسف نجم سنہ ۱۹۵۷ء بیروت

۶۔ تطور الشعر العربی الحدیث فی مصر: ماھر حسن فہمی، مکتبہ نہضہ مصر قاھرہ۔

۷۔ تنقیدی نظریات حصہ اول: پروفیسر احتشام حسین طبع اول سنہ ۱۹۶۶ء لکھنؤ۔

۸۔ عربی شاعری کے جدید رجحانات: ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی سنہ ۱۹۶۹ء لکھنؤ۔

۹۔ تطور النقد الادبی فی العصر الحدیث: ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

۱۰۔ الشعر المصری بعد شوقی: محمد مندور۔ مصر سنہ ۱۹۵۷ء — مذکورہ کتب کے علاوہ بہت سے عربی و اردو رسائل و مقالات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com